حدیث و سنت میں نسبت (ایک تحقیقی مطالعہ)

The Relation between Hadith and Sunnah: (A Research Study)

*رفیع اللہ قریشی

ABSTRACT

Hadith and Sunnah are generally taken as synonymous terms. This is not a correct impression. The words Hadith and Sunnah have entirely different connotations, and each one holds a different status in the Shariah. If we assign the same meaning to both the terms, it would create a lot of complications. For a proper understanding of the science of Hadith, therefore, it is necessary to know precisely the difference between Hadith and Sunnah.

The research is focused on clarification of doubts regarding demarcation between Hadith and Sunnah. Presently, the difference between Hadith and Sunnah is being blurred in Muslim societies, translating into sectarianism. The difference between Sunnah and Hadith is that the Sunnah is the practical interpretation of the Holy Quran, however, the authentication of Hadith could be made through its chain of narrators and cognizance. Moreover, there is a consensus among Muslim Jurists regarding the role of Sunnah as the second source of Islamic Shariah.

KEYWORDS:

Hadith, Sunnah, Relation between Hadith & Sunnah, Shariah Source, Shariah.

حدیث اور سنت میں نسبت بیان کرنے سے پہلے اس موضوع کے انتخاب کی ضرورت و اہمیت کا بیان ضروری ہے، اس موضوع کو انتخاب کی ضرورت اس لیے پیش آئی، کہ بد قسمتی سے مسلمانوں کی ایک بڑی اکثریت دیگر مسائل کی طرح اس مسئلہ میں بھی افراط و تفریط کے شکار ہے، ایک گروہ نے ایک انتہا پر جاتے ہوئے آپ ﷺ کے ہر ہر قول اور فعل کو یکساں درجے کی شریعت قرار دے دیا۔ جبکہ دوسری طرف ایسا گروہ بھی پیدا ہوا کہ انھوں نے اللہ کے رسول ﷺ کی کسی قسم کی بھی تشریعی حیثیت ہی کو ماننے سے انکار کر دیا اور کہا کہ ہمارے لیے بطور ماٰخذ فقط قرآن ہی کافی ہے۔ لہذا حقیقت یہ ہے کہ اگر دوسرا گروہ منکرین حدیث و سنت کا ہے تو پہلے گروہ کو ”غالی فی السنۃ“ کا نام دیا جا سکتا ہے۔ اس فکر کے حاملین اپنے اخلاص کے باوجود سنت کے مسئلے میں اُس غلو میں مبتلا ہیں جس غلو سے آپ ﷺ نے منع کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

---

*پی ایچ ڈی سکالر، ہائی ٹیک یونیورسٹی، ٹیکسلا؛ لیکچرر، ایئر یونیورسٹی، کامرہ کیمپس، کامرہ

وإياكم والغلو في الدين، فإنما أهلك من كان قبلكم الغلو في الدين۔[1]

"دین میں غلو سے بچو۔ تم سے پہلی قومیں دین میں غلو کرنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئیں۔"

حدیث اور سنت میں کیا نسبت ہے؟ اس کے لیے ضروری ہے کہ ان کی تعریفات پر نظر ڈالی جائے، ذیل میں حدیث اور سنت کا لغوی و اصطلاحی مفہوم ذکر کیا جاتا ہے۔

حدیث کا لغوی و اصطلاحی مفہوم:

عربی زبان میں لفظِ حدیث کے معنی بات، قول اور کلام کے بھی ہیں اور یہ لغت میں جدید یعنی نئی چیز کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔[2]

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ حدیث کا اصطلاحی مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: حدیث سے مراد شرعی و دینی عرف واصطلاح میں وہ امور ہیں، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب ہیں۔[3]

"ما یضاف الی النبی" میں حافظ عسقلانیؒ نے جس عموم کی جانب اشارہ کیا ہے، اس کے مطابق حدیث کا اطلاق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام افعال پر ہوتا ہے جن میں جائز الاتباع اور ممنوع الاتباع دونوں قسمیں شامل ہیں۔[4]

سنت کا لغوی و اصطلاحی مفہوم:[5]

لفظِ سنت کے لغوی معنی دستور، راستے، عام طریقے، قانون اور جاری وساری عمل کے ہیں۔[6] اصطلاح میں سنت وہ طرزِ عمل ہے جس کی دعوت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دی اور جس کو قائم کرنے کے لیے رسول دنیا میں بھیجے گئے اور جو صحابہ کرام نے آپ سے سیکھ کر اختیار کیا اور پھر نسلاً بعد نسل آگے منتقل کیا اس طریقہ کو عربی زبان میں سنت کہا جاتا ہے اور جب ہم یہ کہتے ہیں کہ قرآن و سنت دونوں شریعت کے بنیادی مآخذ ہیں تو اس وقت ہمارے سامنے سنت کا یہی مفہوم ہوتا ہے۔[7]

قرآن پاک، احادیث اور فقہ میں سنت کا معنیٰ:

یہ لفظ قرآن پاک میں بھی استعمال ہوا ہے، احادیث میں بھی آیا ہے اور فقہ میں بھی، اور تینوں جگہ معنی الگ الگ ہیں۔

قرآن میں سنت کا مفہوم:

قرآن میں سنت کا لفظ متعدد بار آیا ہے[8]:

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا۔[9]

"تم اللہ کی سنت کو بدلتا ہوا نہیں پاؤ گے۔"

مذکورہ آیت میں سنت سے مراد اشیائے عالَم میں رکھی ہوئی صلاحتیوں پر مسببات کا متفرع ہونا۔ اس موضوع پر شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں مفصل گفتگو کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات میں جو صلاحیتیں ودیعت فرمائی ہیں اور جن کی وجہ سے اسباب (Causes) سے مسببات (Effects) وجود میں آتے ہیں ان ودیعت کردہ صلاحیتوں سے مسببات کے وجود میں آنے کا نام اللہ کی سنت ہے۔ یعنی قرآن نے سبب (Cause) اور مسبب (Effect) کے باہمی تعلق کے لیے سنت کا لفظ استعمال کیا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے آگ میں جلانے کی صلاحیت و قابلیت ودیعت فرمائی، اور پانی میں بجھانے کی، جب بھی کوئی بھی چیز آگ میں ڈالیں گے تو وہ جل جائے گی آگ پر پانی ڈال دیں تو بجھ جائے گی یہ جو آگ اور پانی میں اللہ کی ودیعت فرمائی ہوئی صلاحیتیں ہیں جن سے مسببات وجود میں آتے ہیں، اسی کا نام اللہ کی سنت ہے، غرض قرآن کریم میں جہاں بھی لفظ سنت آیا ہے یہی معنی ہیں۔[10]

حدیث میں سنت کا مفہوم:

احادیث میں بھی سنت کا لفظ متعدد مقامات پر آیا ہے جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

ترکت فیکم أمرین لن تضلوا ما تمسکتم بهما كتاب الله وسنة نبیه۔[11]

"میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، جب تک تم ان دونوں کو مضبوط پکڑے رہو گے گمراہ نہیں ہوگے۔ (ایک) اللہ کی کتاب، اور (دوسری) اس کے نبی کی سنت۔"

فقہ میں سنت کا مفہوم:

فقہ میں لفظِ سنت احکام کا ایک درجہ ہے، جس کا درجہ واجب سے نیچے اور مندوب سے اوپر ہے پھر فقہاء نے اس کی دو قسمیں کی ہیں: سنت مؤکدہ اور سنت غیر مؤکدہ۔

سنت وحدیث میں نسبت:

کائنات میں جن بھی دو چیزوں کا باہمی موازنہ کیا جائے، تو ان میں چار نسبتوں (تساوی، تباین، عموم وخصوص مطلق اور عموم وخصوص من وجہ) میں سے کسی ایک نسبت کا پایا جانا ضروی ہے۔ حدیث وسنت میں کونسی نسبت ہے؟ اس میں اہل علم کی آراء مختلف رہی ہے۔

1- تساوی کی نسبت:

حدیث اور سنت کے بارے میں عام محدثین اور متاخرین کی رائے تو یہ ہے، کہ یہ دونوں الفاظ ایک دوسرے کے مترادف ہیں سو اس لحاظ سے ایک ہی معنیٰ اور مفہوم میں لیئے جاتے ہیں، کہ ہر حدیث سنت ہے اور ہر سنت حدیث ہے۔[12]

2-تباین کی نسبت:

کچھ لوگوں کا یہ کہنا بھی ہے کہ یہ دونوں اصطلاحات یعنی حدیث اور سنت الگ الگ معنٰی و مفہوم رکھتی ہیں علم حدیث کا ایک الگ موضوع ہے اور علم سنت کا بالکل ایک الگ مفہوم، اس لحاظ سے وہ سنت کی حدیث سے الگ تعریف بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ سنت فقط طریقہ متبعہ کو کہا جائے گا یعنی وہ طریقہ کہ جسے اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہو فقط وہی سنت کہلائے گا۔[13]

3-عموم و خصوص مطلق کی نسبت:

اسی طرح بعض اہل علم ان میں عموم و خصوص مطلق کی نسبت بیان کرتے ہیں، لیکن ان میں بھی دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ حدیث کو عام اور سنت کو خاص قرار دیتا ہے جبکہ دوسرا گروہ اس کے برعکس سنت کو عام اور حدیث کو خاص قرار دیتا ہے۔ لہذا پہلے گروہ کے مطابق حدیث ایک عام چیز ہے جبکہ سنت اس سے خاص یعنی حدیث تو ہر وہ چیز ہے کہ جسکی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف کی جائے کہ جس میں صحیح، حسن، ضعیف، منکر اور موضوع روایات بھی شامل ہیں اور سنت سے مراد وہ طریقہ ہے کہ جو فقط احادیث صحیحہ کی بنیاد پر ثابت ہوتا ہے اور جو نبی کریم ﷺ کا طے کیا ہوا ہے جس کو کہ آپ نے اپنی امت کو سکھایا اور جو قرآن پاک کے منشاء و معنٰی کی تفسیر و تشریح کرتا ہے اور جو اپنی عملی صورت میں اسی قرآنی منشاء کی تکمیل کرتے ہوئے عملی تشکیل بھی کرتا ہے اسی خاص طریقہ کا نام سنت ہے۔ دوسرے گروہ کے مطابق سنت خاص ہے، جس کا اطلاق صرف آپ ﷺ کے عمل پر ہوتا ہے اور حدیث عام ہے، جس کا اطلاق آپ ﷺ کے قول، فعل، عمل، تقریر اور احوال پر ہوتا ہے۔[14]

4-عموم و خصوص من وجہ کی نسبت:

بعض اہل علم کے مطابق ذخیرۂ احادیث اور شریعت اسلامیہ کے دوسرے ماخذ "سنت" کے مجموعہ کو دیکھتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ حدیث و سنت نہ تو دونوں ایک دوسرے سے بالکل جدا ہیں یعنی دونوں میں تباین کی نسبت نہیں ہے اور نہ دونوں ایک ہیں، یعنی دونوں میں تساوی کی نسبت بھی نہیں ہے، بلکہ عام و خاص من وجہ کی نسبت ہے، اور جہاں یہ نسبت ہوتی ہے وہاں تین مادے ہوتے ہیں، دو افتراقی اور ایک اجتماعی، جیسے ابیض اور حیوان میں من وجہ کی نسبت ہے، اور مادہ افتراقی سفید کپڑا اور کالی بھینس ہیں، اول صرف ابیض ہے اور ثانی صرف حیوان، اور سفید بیل مادہ اجتماعی ہے وہ ابیض بھی ہے اور حیوان بھی، حدیث اور سنت کے درمیان بھی یہی نسبت ہے۔ اس لئے کبھی حدیث الگ ہو جاتی ہے، وہ سنت نہیں ہوتی اور کبھی سنت الگ ہو جاتی ہے وہ حدیث نہیں ہوتی، اور کبھی دونوں جمع ہو جاتے ہیں وہ حدیث بھی ہوتی ہے اور سنت بھی۔

پہلا مادۂ افتراقی:

تین قسم کی روایات ایسی ہیں جو احادیث کے قبیل سے تو ہیں لیکن وہ سنت نہیں ہیں۔ ان کی حیثیت ہمارے لیے محض ایک تاریخی دستاویز کی ہے۔

1- وہ حدیثیں جو منسوخ ہیں۔ جیسے زیارۃ القبور کی ممانعت کی حدیث اور ”توضئوا مما مست النار“[15] (ایسی چیز (کے کھانے) سے وضو (لازم ہو جاتا) ہے جسے آگ نے چھوا ہو) وغیرہ۔

2- وہ حدیثیں جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خاص ہیں جیسے بیک وقت چار سے زائد بیویوں کا ہونا، صومِ وصال اور تہجد کی فرضیت، وغیرہ یا جن میں آپ ﷺ کے ذاتی احوال کا بیان ہے۔

3- وہ تمام امور جو رسول اللہ ﷺ نے کسی مصلحت کے پیشِ نظر سرانجام دیے ہوں۔ مثلاً کھڑے ہو کر پیشاب کرنا، وغیرہ۔

دوسرا مادۂ افتراقی:

اسی طرح کئی امور ایسے ہیں، جو حقیقتاً سنت تو ہیں، مگر ان سے متعلق کوئی سنداً صحیح (مرفوع) حدیث نہیں ہے بلکہ ان کا ثبوت تواترِ عملی سے ہے۔ جیسے کہ بیٹھ کر پیشاب کرنا، بغیر جوتوں کے نماز پڑھنا، ترکِ رفع یدین کے ساتھ نماز پڑھنا۔ وغیرہ وغیرہ۔

مادۂ اجتماعی:

وہ تمام روایات جو ذخیرۂ حدیث میں بھی ہیں، اور ان پر امت کا تعامل بھی ہے۔

سنت کا اثبات تواتر سے ہو گا:

کسی بھی عمل کے جواز کے لیے سنداً صحیح حدیث کافی ہے (بشرطیکہ وہ آپ ﷺ کی خصوصیت نہ ہو یا منسوخ نہ ہو) لیکن کسی عمل کے سنت ہونے کے لیے علم قطعی ضروری ہے، جس کا ذریعہ صرف تواتر ہے، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ سے براہِ راست یا آپ ﷺ کے کسی قول و فعل کا مشاہدہ ہمیں حاصل نہیں۔

تواتر کی اقسام:

1- تواتر طبقہ

2- تواتر تعامل یا تواتر عملی

3- تواتر لفظی یا تواتر اسنادی یا تواتر محدثین

4- تواتر قدر مشترک یا تواتر معنوی[16]

1-تواتر طبقہ:

جسے ہر زمانے کے لوگ (خواہ عوام ہو یا خواص ہو) نسلاً بعد نسل کسی بات کو مانتے چلے آئے ہوں، یہاں تک کہ اس کا دینِ اسلام میں سے ہونا غیر مسلموں میں بھی مشہور ہو یعنی وہ ضروریاتِ دین میں سے ہو۔ جیسے قرآن کا تواتراً نقل ہونا، پانچ نمازیں وغیرہ۔

2-تواتر عملی:

روز مرہ کے وہ مسائل جس پر عمل کرنے کے لیے ہر زمانہ میں لوگوں کی تعداد اتنی رہی ہو کہ ان کا جھوٹ یا خطاء پر متفق ہونا محال ہو، اگرچہ اس کی سند محفوظ نہ ہو، مثلاً: ارکانِ صلوۃ کی ترتیب اور تعداد رکعات، جو تواتر عملی سے ثابت ہیں۔

3-تواتر قدر مشترک یا تواتر معنوی:

اگرچہ کسی چیز کا علم الگ الگ اخبارِ احاد سے ہو مگر اس میں قدرِ مشترک ایک یقینی بات نکل آئے۔ اس کو عام مثال سے یُوں سمجھا جاسکتا ہے، کہ حاتم طائی کا سخی ہونا یقینی بات ہے، لیکن ان کی سخاوت سے متعلق جو واقعات ہیں وہ خبرِ احاد کے قبیل سے ہیں، جو غیر یقینی ہیں۔ دینی مسائل میں اس کی مثال: اکثر معجزات، قبر میں روح کی واپسی اور نماز کی پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین ہے۔

4-تواتر لفظی یا تواتر اسنادی:

روایت تواترِ سند کے ذریعے ہو، مثلاً" من كذب علي متعمدا، فليتبوأ مقعده من النار "۔[17](جو شخص جان بوجھ کر میری طرف کسی جھوٹی بات کی نسب کرے، اسے جہنم میں اپنا ٹھکانہ تیار کرلینا چاہیے۔) لیکن تواتر کی اس قسم کا وجود شاذ و نادر ہی ہے۔

حنفیہ کے اصولِ حدیث کے مطابق خبر (حدیث) کی مشہور تین قسمیں ہیں: (1) خبرِ متواتر (2) خبرِ مشہور (3) خبرِ واحد۔

1. خبرِ متواتر: میں ائمۂ مذاہبِ خمسہ (اہل سنت والجماعۃ و اہلِ تشیع) میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔
2. خبرِ مشہور: سے ثابت کئی امور میں اہلِ تشیع اور اہل سنت کا اختلاف ہے، لیکن خبرِ مشہور سے ثابت کسی بھی مسئلہ میں ائمۂ اربعہ (حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ) میں کوئی اختلاف نہیں۔
3. خبرِ واحد: خبرِ واحد سے ثابت امور میں ائمۂ اربعہ ہی نہیں بلکہ خود حنفیہ میں بھی کئی امور میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

متواتر کے لیے اسناد کی ضرورت:

متواتر کے رجال کی جانچ پڑتال اور اس کی اسناد کی جستجو غیر علمی رویہ اور بے کار عمل ہے۔ابن حجر عسقلانیؒ اپنی مشہور تصنیف "شرح نخبة الفكر" میں متواتر کے حوالے سے لکھتے ہیں:

والمتواتر لا يبحث عن رجاله بل يجب العمل به من غير بحث۔[18]

"اور متواتر کے رجال سے بحث نہیں کی جاتی بلکہ بغیر بحث کے اس پر عمل واجب ہے۔"

اسی طرح جلال الدین سیوطیؒ "تدیب الراوی" میں لکھتے ہیں:

المتواتر فإنه صحيح قطعا، ولا يشترط فيه مجموع هذه الشروط۔[19]

"متواتر یقینی طور پر صحیح ہوتی ہے اس میں ان (خبر واحد کی صحت والی) شرائط کا پایا جانا شرط نہیں۔"

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اپنی تصنیف "عقد الجيد في أحكام الاجتهاد والتقليد" میں لکھتے ہیں:

وكل حديث أجمع السلف على قبوله أو تواترت أهلية رواته فلا حاجة إلى البحث عن عدالة رواته وما عدا ذلك يبحث عن عدالة رواته۔[20]

"ہر وہ حدیث جس کی قبولیت پر سلف کا اجماع ہو گیا ہو یا اس کے روات کی عدالت متواتر ہو، اس کے روات سے بحث کی حاجت نہیں جو اس کے علاوہ ہو گی اس کے راویوں کے حالات سے بحث کی جائے گی۔"

ذخیرۂ احادیث میں سے کیسے معلوم کیا جائے گا کہ اس حدیث کا تعلق سنت و شریعت سے ہے یا نہیں ہے:

چونکہ کتبِ احادیث میں دو طرح کی روایات مروی ہیں:

1. وہ احادیث جو منصبِ رسالت سے متعلق ہیں، یعنی جو شرعی حکم کے طور پر ارشاد فرمائی گئی ہیں۔
2. وہ احادیث جو منصبِ رسالت سے تعلق نہیں رکھتی بلکہ دنیوی امور میں رائے کے طور پر وارد ہوئی ہیں،[21] ان احادیث کا شریعت و سنت سے کوئی تعلق نہیں، خواہ اسنادی طور پر سلسلۃ الذہب ہی میں سے کیوں نہ ہوں۔

1-شریعت و سنت سے متعلق احادیث کی اقسام:

ان احادیث کی چار قسمیں ہیں:

ا۔ **معاد یعنی آخرت سے متعلق احادیث:** یعنی آخرت سے تعلق رکھنے والی احادیث: مثلاً جنت اور جہنم کے معاملات، موت کے بعد قبر کی زندگی سے متعلق احوال۔

ب۔ تمام احکاماتِ شرعیہ اور عبادتوں سے متعلق روایات: مثلاً نماز، زکوۃ، صوم اور حج وغیرہ سے متعلق احادیث۔

ج۔ عام حکمتیں اور مصلحتیں: یعنی مفید اور غیر مفید باتیں جن کا نہ کسی خاص وقت سے تعلق ہوتا تھا اور نہ ان کی حدود متعین کی جاتی تھیں۔ جیسے اخلاقِ صالحہ اور ان کی اضداد سے متعلق روایات۔

د۔ اعمالِ صالح کے فضائل اور عاملین کے مناقب سے تعلق رکھنے والی: روایات: مثلاً فلاں عمل کا اتنا ثواب ہے اور اس کے عامل کو یہ اجر ملے گا۔

2-دنیوی امور میں رائے کے طور پر یا رسالت سے غیر متعلق روایات کی اقسام:

ان روایات کی پانچ قسمیں ہیں، جو درجہ ذیل ہیں:

أ. **علاج معالجہ اور طب سے متعلق روایات:** اس طرح کی روایات کو شریعت وسنت سے کوئی تعلق نہیں، کیوں کہ ان کا مدار تجربہ پر ہوتا ہے۔

ب. **امورِ عادیہ سے متعلق ورایات:** یعنی وہ روایات جس میں آپ ﷺ کے ایسے کاموں کا تذکرہ ہے جو آپ ﷺ نے عادت کے طور پر کیے ہیں نہ کہ عبادت کے طور پر۔ یا اتفاقاً کیے ہیں نہ کہ قصداً۔ جیسے چمڑے کے دستر خوان پر کھانا، لکڑی کے پیالے میں پینا وغیرہ۔

ج. **مروجہ عام باتیں:** یعنی ایسی روایات جس میں ایسی باتیں مذکور ہیں جس قسم کی باتیں سبھی لوگ کرتے رہتے ہیں۔ جیسے حدیثِ اُمِّ زرع اور حدیثِ خُرافہ وغیرہ۔

د. **ہنگامی ارشادات:** یعنی ایسی روایات جس میں کوئی ایسی بات مذکورہ ہو جس کا تعلق اس خاص وقت کی مصلحت سے ہو اور تمام امت کے لیے لازم نہ ہو۔ جیسے آپ ﷺ کی جنگی تدابیر مثلاً "من قتل قتيلا فسلبه له"[22] (جو کسی کو قتل کرے گا تو مقتول سے چھینا ہوا مال قاتل کا ہوگا۔) یا آپ ﷺ کا یہ ارشاد: "من أحيي أرضا ميتة فهي له"[23] (یعنی جو کسی ویران زمین کی آبادی کاری کرے تو وہ اس کا مالک ہے۔) یہ روایت بھی امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک آباد کاری کی خاص جگہ یا خاص وقت کے لیے اجازت ہے، کوئی شرعی دائمی حکم نہیں ہے۔

ہ. **کوئی خاص حکم اور فیصلہ:** کیوں کہ ایسے احکام میں گواہوں اور قسموں ہی کے مطابق فیصلہ کیا جاتا ہے پس اگر وہ بدل جائیں یا ان سے قوی ذریعہ معلومات سامنے آئے تو حکم بھی بدل جائے گا۔ جیسا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "بے شک میں ایک انسان ہوں اور تم میرے پاس جھگڑے لے آتے ہو اور ہوسکتا ہے کہ تم میں سے کوئی اپنی دلیل پیش کرنے میں دوسرے سے زیادہ چرب زبان ہو۔ میں جو کچھ سنوں اس کے مطابق اس کے حق میں فیصلہ کر دوں۔ سو جس شخص کے

لیے میں اس کے بھائی کے حصہ کا فیصلہ کر دوں تو بے شک میں اس کے لیے جہنم کی آگ کا ایک ٹکڑا کاٹ کر دے رہا ہوں"۔[24]

دلائل:

حضرت رافع بن خدیج سے روایت ہے:

قال: قدم نبي الله صلى الله عليه وسلم المدينة، وهم يأبرون النخل، يقولون يلقحون النخل، فقال: «ما تصنعون؟» قالوا: كنا نصنعه، قال: «لعلكم لو لم تفعلوا كان خيرا» فتركوه، فنفضت أو فنقصت، قال فذكروا ذلك له فقال: «إنما أنا بشر، إذا أمرتكم بشيء من دينكم فخذوا به، وإذا أمرتكم بشيء من رأيي، فإنما أنا بشر»۔[25]

"جب اللہ کے نبی ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ وارد ہوئے تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ لوگ کھجوروں کو گابھا دیتے ہیں یعنی نر درخت کے پھول مادہ پھول میں رکھتے ہیں، تو آپ ﷺ نے پوچھا: "یہ کیا کرتے ہو" بتایا گیا کہ ہم ایسا کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم یہ نہ کرو تو شاید بہتر ہو۔ لوگوں نے عمل موقوف کر دیا مگر اس سال پھل کم رہا۔ لوگوں نے آپ ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں ایک انسان ہی ہوں۔ جب تمہیں کسی دینی معاملہ میں حکم دوں تو اُسے لے لو، اور جب میں تم کو اپنی رائے سے کوئی حکم دوں تو میں ایک انسان ہی ہوں۔"

یعنی اس حکم کو لینا ضروری نہیں جیسے کسی بھی انسان کے حکم کو لینا ضروری نہیں۔ اسی طرح حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

مررت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم بقوم على رءوس النخل، فقال: «ما يصنع هؤلاء؟» فقالوا: يلقحونه، يجعلون الذكر في الأنثى فيلقح، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «ما أظن يغني ذلك شيئا» قال فأخبروا بذلك فتركوه، فأخبر رسول الله صلى الله عليه وسلم بذلك فقال: «إن كان ينفعهم ذلك فليصنعوه، فإني إنما ظننت ظنا، فلا تؤاخذوني بالظن، ولكن إذا حدثتكم عن الله شيئا، فخذوا به، فإني لن أكذب على الله عز وجل»۔[26]

"کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرا جو کھجوروں کے درختوں پر چڑھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ بتایا گیا کہ کھجوروں کو گابھا دے رہے ہیں۔ نر کے پھول کو مادہ کے پھول میں داخل کرتے ہیں تو وہ گابھن ہو جاتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میرے خیال میں تو یہ ایک بے فائدہ عمل ہے۔ سامعین نے بات عاملین کو

پہنچائی تو انھوں نے عمل چھوڑ دیا۔ مگر اس سال کھجوروں کے دانے چھوٹے رہے۔ اس کی آپ ﷺ کو اطلاع دی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہ عمل مفید ہو تو لوگ کریں میں نے بس ایک گمان کیا تھا (یعنی رائے سے بات کہی تھی کوئی شرعی حکم نہیں دیا تھا) پس تم گمان کے سلسلہ میں میرا مؤاخذہ نہ کرو (کہ نبی کی بات غلط کیسے ہو گئی ؟!) البتہ جب میں اللہ کی طرف سے تم سے کوئی بات کہوں (یعنی حکم شرعی دوں) تو اس کو لے لو، کیوں کہ میں اللہ تعالیٰ پر جھوٹ نہیں لگاتا۔"

اسی گابھا دینے کے معاملہ میں رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی بھی حضرت انس سے مروی ہے:

أنتم أعلم بأمر دنياكم۔[27]

"تم اپنے دنیوی معاملات کو بہتر جانتے ہو۔"

اسی سلسلے میں شمائل ترمذی میں حضرت زید بن ثابت کی یہ روایت بھی ہے:

دخل نفر على زيد بن ثابت ، فقالوا له : حدثنا أحاديث رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : ماذا أحدثكم ؟ كنت جاره فكان إذا نزل عليه الوحي بعث إلي فكتبته له ، فكنا إذا ذكرنا الدنيا ذكرها معنا ، وإذا ذكرنا الآخرة ذكرها معنا ، وإذا ذكرنا الطعام ذكره معنا ، فكل هذا أحدثكم عن رسول الله صلى الله عليه وسلم-[28]

"چند آدمی حضرت زید بن ثابت کی خدمت میں آئے۔ کہنے لگے: آپ ہم سے رسول اللہ ﷺ کی حدیثیں بیان کیجیے۔ حضرت زید بن ثابت نے فرمایا: میں آپ ﷺ کا پڑوسی تھا۔ جب آپ پر وحی نازل ہوتی آپ مجھے بلا بھیجتے۔ میں آپ ﷺ کے لیے اس کو لکھ لیتا۔ آپ ﷺ کا حال یہ تھا کہ جب ہم دنیا کا تذکرہ کرتے تو آپ ﷺ بھی ہمارے ساتھ اس کا تذکرہ کرتے۔ اور جب ہم آخرت کا تذکرہ کرتے تو آپ ﷺ بھی ہمارے ساتھ اس کا تذکرہ کرتے۔ اور جب ہم کھانے کا تذکرہ کرتے تو آپ ﷺ بھی ہمارے ساتھ اس کا تذکرہ کرتے۔ پس رسول اللہ ﷺ کی یہ ساری باتیں میں تم سے بیان کروں؟"

یعنی کوئی موضوع متعین کرو تو اس سلسلہ کا ارشاد سناؤں۔ عام سوال کا جواب کیسے دوں؟

جناب رسول اللہ ﷺ کا عمل سنت کب بنے گا؟

آپ ﷺ کا ہر وہ فعل و عمل (جو نہ سہواً ہو، اور نہ طبعاً ہو، اور نہ آپ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہو یعنی آپ کی خصوصیت میں سے نہ ہو، اور نہ ہی کسی اجمال کا بیان ہو) جو آپ ﷺ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں سرانجام دیا ہو، یا تو بغیر مواظبت (ہمیشگی) کے سرانجام دیا یا مواظبت کے ساتھ سرانجام دیا۔ پہلی صورت میں آپ ﷺ کے اس فعل کی شرعی

حیثیت اُمت کے حق میں اِباحت یا زیادہ سے زیادہ نفل کی ہو گی۔ اور دوسری صورت یعنی مواظبت کی صورت میں آپ ﷺ کے فعل و عمل کی دو حالتیں ہیں یا تو آپ نے مواظبت کے ساتھ ساتھ اس عمل کے چھوڑنے پر نکیر فرمائی ہو گی یا نہیں؟ اگر بغیر نکیر کے آپ ﷺ نے کوئی عمل مواظبت کے ساتھ کیا، تو اس کی حیثیت سنت کی ہے۔ اور اگر مواظبت کے ساتھ آپ ﷺ نے اس کے چھوڑنے پر نکیر بھی فرمائی ہے تو وہ عمل اُمت کے حق میں واجب ہو گا۔[29]

حواشی و حوالہ جات

1۔ النّسائي، أبو عبد الرحمن، السنن، باب: التقاط الحصیٰ، مکتب المطبوعات الإسلامیة، الطبعة: الثانیة، حلب، 1986ء، 5/265

2۔ ابن منظور، محمد بن مکرم، لسان العرب، دار صادر، الطبعة الأولی، بیروت، 2/131

3۔ المراد بالحدیث في عرف الشرع مایضاف إلی النبي صلی اللہ علیہ وسلم۔ العسقلاني، ابن حَجَر، فتح الباري شرح صحیح البخاري، دار المعرفة، بیروت، 1379ھ، 1/193

4۔ ممنوع الاتباع سے مراد حضور اقدس ﷺ کے خصوصیات ہیں، جیسے بیک وقت ازواج تسعہ (نو بیویوں) کو اپنے نکاح میں رکھنا، اسی طرح صوم وصال وغیرہ، کہ یہ افعال حضور اقدس ﷺ کے خصوصیات میں سے ہیں، امت میں سے کسی مسلمان کیلئے بیک وقت چار بیویوں سے زیادہ جائز نہیں، بالکل حرام ہے۔

5۔ سنت سے ہماری مراد یہاں پر وہ سنت ہے جو اسلام کے دوسرے مستقل ماخذ (Source) کے طور پر جانا جاتا ہے۔

6۔ ابن منظور، لسان العرب، 13/225

7۔ الشاطبي، إبراهیم بن موسی بن محمد اللخمي الغرناطي، الموافقات، الدلیل الثاني السنة، دار ابن عفان، بیروت، 1997ء، 4/290

8۔ سورۃ الاحزاب: 33/62، سورۃ الفاطر: 35/43، سورۃ الفتح: 48/23۔ یعنی جس میں نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔

9۔ سورۃ الاحزاب: 33/62

10۔ الدھلوی، شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغۃ، باب الایمان بالقدر، دار الجیل، بیروت، 2005ء، 1/128

11۔ مالک بن أنس، موطا، النھي عن القول بالقدر، مؤسسة زاید بن سلطان آل نھیان، بیروت، 2004ء، 5/1323

12۔ ملا علي القاري، علی بن سلطان محمد القاري الھروي، شرح نخبة الفکر في مصطلحات أھل الأثر، دار الأرقم، بیروت، ص: 153

13۔ تولي، تامر محمد محمود، منھج الشیخ محمد رشید رضا في العقیدة، المطلب الثاني: السنة النبویة، دار ماجد عسیري، بیروت، 2004ء، ص: 138

14۔ عیني، بدر الدین، نخب الأفکار في تنقیح مباني الأخبار في شرح معاني الآثار، وزارة الأوقاف والشؤون الإسلامیة قطر، 2008ء، 1/39

15۔ نیشاپوری، مسلم بن الحجاج، الجامع الصحیح، باب وجوب امتثال ما قاله شرعا، دون ماذکرہ صلی اللہ علیہ وسلم من معایش الدنیا، علی سبیل الرأي، دار إحیاء التراث العربي، بیروت، 1/273

16۔ الکشمیري، محمد أنور شاہ، فیض الباري علی صحیح البخاري، اقسام التواتر، دار الکتب العلمیة، بیروت، 2005ء، 1/144

17۔ البُخاري، أبو عبد الله، الجامع الصحیح، باب مایکرہ من النیاحۃ علی المیت، دار طوق النجاۃ الطبعۃ، بیروت، 1422ھ، 2/80
18۔ عسقلانی، ابن حجر، شرح نخبۃ الفکر، قدیمي کتب خانہ کراچی، س ن، ص:25
19۔ سیوطی، جلال الدین، تدریب الراوی، دار طیبۃ، بیروت، 1/67
20۔ الدھلوی، شاہ ولی اللہ، عقد الجید في أحکام الاجتھاد والتقلید، فصل فی العامی، المطبعۃ السلفیۃ قاہرہ، س ن، ص:34
21۔ الدھلوی، حجۃ اللہ البالغۃ، المبحث السابع مبحث استنباط الشرائع من حدیث النبيﷺ، باب بیان أقسام علوم النبي صلی اللہ علیہ وسلم، دار الکتب الحدیثۃ، قاہرہ، ص:271
22۔ احمد بن حنبل، المسند، مسند علی، مؤسسۃ قرطبۃ، قاہرہ، 5/306
23۔ لترمذي، أبو عیسی، السنن، باب ماذکر في إحیاء أرض الموات، دار إحیاء التراث العربي، بیروت، س ن، 3/663
24۔ بخاري، محمد بن إسماعیل، الجامع الصحیح، 2/952
25۔ نیشاپوری، الجامع الصحیح، باب وجوب امتثال ما قالہ شرعا، دون ماذکرہ صلی اللہ علیہ وسلم من معایش الدنیا، علی سبیل الرأي، 4/1835
26۔ نیشاپوری، الجامع الصحیح، باب وجوب امتثال ما قالہ شرعا، دون ماذکرہ صلی اللہ علیہ وسلم من معایش الدنیا، علی سبیل الرأي، 4/1835
27۔ نیشاپوری، الجامع الصحیح، باب وجوب امتثال ما قالہ شرعا، دون ماذکرہ صلی اللہ علیہ وسلم من معایش الدنیا، علی سبیل الرأي، 4/1836
28۔ الترمذي، أبو عیسی، الشمائل، باب ماجاء في خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ، بیروت، 1412ء، ص:284
29۔ ملاجیون، شیخ احمد، نور الانوار، مبحث الامر، مکتبۃ الحرام، لاہور، س ن، ص:26